کلیات اقبال		اردو

" "		فارسی

اہتمام اشاعت:	اقبال اکادمی پاکستان' لاہور

باشتراک		(i) نیشنل بک فاؤنڈیشن' اسلام آباد

		(ii) وزارت فرہنگ ارشاد اسلامی جمہوری اسلامی ایران : تعاون فارسی کلیات

سال اشاعت	۱۹۹۰ء

صفحات		کلیات اردو ۷۵۶ کلیات فارسی ۸۶۸

مبصر		پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض

انسانی تاریخ کے کوئی چار ہزار متاخر سال 'واقعات و حوادث کے اعتبار سے خاصے واضح ہیں' مگر زیادہ صراحت اور وضاحت دو ہزار یا پندرہ سو برسوں کے بارے میں دستیاب ہے۔ خالق کائنات نے اپنے "ایام" مطالعہ کرتے رہنے (۱) کی تلقین کی اور ارشاد فرمایا کہ جسے ہم پچاس ہزار سال کی مدت (۲) قرار دیتے ہیں' وہ خدا کا ایک یوم ہے۔ یوں ہم اس مدت شش روزہ کا قیاس و اندازہ کر سکتے ہیں جس میں ارض و سماوات کی تخلیق ہوئی ہے (۳)۔ ہمارا غیر حقیقی زمانہ ماضی' حال اور مستقبل کا اسیر ہے اس لیے وہ اعتباری کہا جاتا ہے۔

زماں را در ضمیر خود ندیدم
مہ و سال و شب و روز آفریدم

مہ و سالت نمی ارزد بیک جو

بحرف "کم لبثتم" غوطہ زن شو (۴۔الف) (۴)

اس اعتباریت کے باوجود یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ لوگ گزشتہ' حال اور مستقبل کی صدی پر غور فکر کرتے رہے ہیں' اور یوں انسانی تاریخ مختلف ادوار میں تقسیم ہوتی رہی ہے۔ حالیہ صدیوں میں ایجادات و اختراعات کی رفتار محیرالعقول رہی' اس لیے لوگ صدی کے بدل جانے کو زیادہ اہمیت دینے لگے۔ اس اہمیت کا اندازہ چودھویں صدی عیسوی یا بیسویں صدی ہجری کے ذکر کے سیاق میں لگایا جا سکتا ہے گو۔

زمانہ ایک ' حیات ایک 'کائنات بھی ایک

دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم (۵)

علامہ اقبال نے اپنے آپ کو فردا ——— مستقبل کا شاعر قرار دیا' اور اس طرح کتاب زندہ قرآن مجید کی تعلیمات سے خصوصی وابستگی دکھانے والے اس صاحب پیغام سخن گو نے اپنی ابدیت یعنی مستقل استقبال کو برملا بیان کر دیا ہے۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں

آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ (۶)

ایک فارسی شعر میں کہتے ہیں۔

نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم

من نوائے شاعر فرداستم (۷)

علامہ اقبال کی شاعری قرن حاضر یعنی بیسویں صدی عیسوی کے تقریباً ابتدائی چالیس برس پر محیط ہے' اس لیے معاصر شعراء اس صدی کو "عصر اقبال" کہتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے دو معاصر ایرانی شعراء' ملک الشعراء بہار اور ڈاکٹر قاسم رساتہرانی کے درج ذیل اشعار معروف ہیں۔

قرن حاضر خاصہ اقبال گشت

واحدی کز صد ہزاراں بر گذشت

تبصرہ

قرن حاضر خاصہ اقبال بود
کز قیامش لذت ایماں فزود

حقیقت یہ ہے کہ قرن حاضر کے جن شعراء، ادباء اور مفکرین نے علامہ اقبال کی تصانیف پڑھی ہوں، ان میں سے کم ہی کوئی ہو گا جو علامہ مرحوم کے فکر و فن سے اثر پذیر نہ ہوا ہو۔ اس امر کی تائید تصانیف اقبال کے تراجم، ان کے منتخبات نیز اقبال کے بارے میں سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مقالے پیش کرتے ہیں۔ ۲۱ اپریل ۱۹۸۸ء کو علامہ اقبال کی وفات پر نصف صدی بیت گئی اور کاپی رائٹ کی پابندی اٹھ گئی۔ اس پر کئی پاکستانی ناشرین کی آرزو بر آئی اور وہ اقبال کی کتب جدا گانہ طور پر یا کلیات کی صورت میں شائع کرنے لگے۔ اس سے ذرا پہلے اقبال کے انگریزی خطبات مفید حواشی کے (۸) ساتھ شائع ہو گئے تھے۔ اب حضرت علامہ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ بھی اسی معیار پر زیر اشاعت بتایا جاتا ہے۔ مگر اکیسویں صدی عیسوی کی آمد سے کوئی ایک عشرہ پہلے علامہ مغفور کا اردو اور فارسی کلیات دیدہ زیب اور نہایت باشکوہ طریقے سے شائع ہوا ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن اور اقبال اکادمی پاکستان کی یہ مشترک سعی نہایت خوش آئند ہے۔ فارسی کلیات کی طباعت میں ایران کی وزارت نے بھی معاونت کی ہے کیونکہ اس وزارت کی سفارش پر اس کلیات کی کتابت انجمن خوش نویسان ایران کے ذریعے انجام پذیر ہوئی ہے۔ دونوں کلیات معاصر خطاطی کے اعلیٰ نمونوں کے آئینہ دار ہیں۔ جلدیں بھی مجلّل اور مستحکم ہیں، اور کاغذ کی نفاست کے سلسلے میں یہ نکتہ کافی ہے کہ ایسا کاغذ بالعموم دینی کتب کے لیے مخصوص رہا ہے۔ صفحہ بندی میں کلیات کے اور ہر انفرادی کتاب کے صفحے جدت آمیزی سے ہر ورق کے وسط میں لگائے گئے ہیں۔ اس کلیات کو اکیسویں صدی عیسوی کی ہراول مطبوعات میں ملاحظہ کیا جائے۔ طلوع صدی تک اس کے نہ معلوم کتنے ایڈیشن نکل چکے ہوں گے مگر اقبال کا پیغام تازہ بتازہ، نو بنو ہی رہے گا

در رہ دوست جلوہ ہاست تازہ بتازہ نو بنو
صاحب شوق و آرزو دل ندہد بکلیات

صدق و صفات زندگی، نشو و نماست زندگی
"تا ابد از ازل بتاز ملک خداست زندگی"

انہوں نے بیسویں صدی عیسوی کے ربع دوم میں افکار نو کی مدد سے تجدید کائنات کرنے کا داعیہ پیش کیا کیونکہ عظمت انسانی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان تخلیقی امور میں امکانی حد تک خداداد صلاحیت سے کام لیتا رہے۔

اٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں

پرانے ہیں یہ ستارے' فلک بھی فرسودہ
جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ہو ابھی نوخیز

اگر مقصود کل میں ہوں' تو مجھ سے ماورا کیا ہے
مرے ہنگامہ ہائے نوبنو کی انتہا کیا ہے

علامہ اقبال کا فکروفن ان کے اردو اور انگریزی مقالات و کتب' مکاتیب' بیانات' ملفوظات اور متفرق تحریروں سے اجاگر ہے' مگر غالب قارئین ان کی شاعری ہی سے رجوع کرتے ہیں۔ گو اقبال کی دیگر تحریروں کی طرح ان کے اشعار میں بھی تلاش و جستجو کے ذریعے بھرپور کام ہو رہا ہے' مگر اساسی اہمیت انہی کتب کی ہے جو ۱۹۷۳ء سے دونوں زبانوں کی کلیات کی صورت میں متداول رہیں' اور اب اقبال اکادمی پاکستان لاہور اور نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کے ذریعے نئی شان اور نئی آن کے ساتھ منظرعام پر آئی ہیں دونوں کلیات کے بعض مشترکات ہیں: کاغذ ایک ہے اور جلد کی تزئین بھی یکساں۔ ابتدا میں ایک صفحہ علامہ اقبال کے اعتذار و انکسار کا آئینہ دار ہے۔ حضرت علامہ نے لکھا ہے کہ وہ خاص مقاصد کی تکمیل کی خاطر نغمہ سرا ہوئے ہیں۔ بعد کے سات صفحات عالمی مشاہیر کی آراء اور حضور اقبال ان کے خراج عقیدت کے اقتباسات پر مشتمل ہیں۔ اردو کلیات میں یہ اقتباسات بزبان اردو ملتے ہیں اور فارسی کلیات میں فارسی ترجمے کی صورت میں۔ یہاں مشاہیر کا خراج عقیدت نثر و نظم میں ملتا ہے۔ ان میں حضرت قائد اعظم محمد علی جناح' علامہ سید سلیمان ندوی' ڈاکٹر علی شریعتی' ملک الشعراء بہار' مولانا عبدالماجد دریابادی' مولانا سعید احمد اکبر آبادی اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کے ارشادات دیکھے جاسکتے ہیں۔ راقم الحروف فارسی کلیات کی اشاعت کے سلسلے میں شریک تعاون بھی رہا۔

پہلے اردو کلیات پر ایک نظر ڈالتے چلیں۔ اس کے مجموعی صفحات ۷۵۶ ہیں اور تعداد اشاعت ۳۵۰۰ ہے۔

علامہ اقبال اچھے خط کے قدر شناس تھے ۔ وہ انگریزی اور اردو میں نہایت صاف اور خوشنما لکھتے رہے ہیں ۔ ان کے فارسی خط نستعلیق کے کئی حروف ایرانی خطاطی کے مظہر ہیں ۔ ان کی اردو کتابوں کی کتابت اعلیٰ پائے کے خطاطوں نے کی ۔ موجودہ کلیات جمیل احمد قریشی "تنویر رقم" کا نقش کلک ہے ۔ علامہ اقبال اپنے کلام کے خود بھی ناقد تھے ۔ ان کے مسودات اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہیں۔ ان مسودات کا مطالعہ مظہر ہے کہ انہوں نے اپنے کلام کو اشاعت کے آخری مرحلے تک زیر نظر رکھا' اور بعض صورتوں میں ان کے اور کاتب کے درمیان رابطہ مسودوں سے بھی عیاں نہیں۔ ان کے اکثر مسودوں میں اصلاحات اور ترمیمات مشہود ہیں ۔ کلیات کا یہ حسن قابل قدر ہے کہ اس میں علامہ کی تحریر کے عکس بھی مجلّہ انداز میں دیے گئے ہیں ۔ اردو کلیات کے اندرونی صفحے پر "بسم اللہ الرحمان الرحیم" کے کلمات مبارک ہیں اور صفحے کے دوسری طرف نظم "ذوق و شوق" کا بند پنجم' جو نعتیہ ابیات پر مشتمل ہے اور اس شعر سے شروع ہوتا ہے ۔

لوح بھی تو ' قلم بھی تو' تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

تحریر اقبال کے عکس مختلف حصوں اور نظموں کے آغاز میں یا بالمقابل شائع ہوئے ہیں مگر جہاں عکس اور مطبوعہ متن کی رونمائی آمنے سامنے ہوئی ' وہاں حسن طباعت نے ذوق نظر سے خراج تحسین وصول کر ہی لیا مثلاً نظم "بلاد اسلامیہ" کے آغاز میں جو بانگ درا حصہ سوم کی پہلی نظم ہے ' اسی حصے کی غزلیات کے آغاز میں ' بال جبریل کے سرنامے اور رباعیات کے شروع میں اور ضرب کلیم نیز ارمغان حجاز حصہ اردو کے آغاز میں۔ ارمغان حجاز کے فارسی حصے کی طرف توجہ دلانے کی خاطر شروع کے ایک صفحے کو ارمغان حجاز کے مسودے کے ابتدائی صفحے کے عکس سے مزین کیا گیا ہے۔

کلیات اقبال اردو کی فہرس مضامین ' اس کے حواشی اور اشارات علامہ اقبال کے زیر نگرانی شائع ہونے والی کتب کے سے ہیں ۔ متن کی اصلاح اور اس کے درست طبع ہونے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ۔ ایک مفید اضافہ غزلیات ' رباعیات اور قطعات وغیرہم کی فہرست بندی اور ہر غزل ' رباعی یا قطعے وغیرہ کے مصرع اول کا درج کرنا ہے ۔ علامہ مرحوم نے رباعیات یا اصطلاحاً" دو بیتیوں کو بے

عنوان ہی درج کیا تھا۔ غزل کو شاذ ہی غزل کا عنوان دیا تھا۔ یہی حال قطعات کا تھا۔ کلیات اقبال کا یہ اہتمام قابل ستائش ہے کہ اب غزل، دوبیتی یا رباعی اور قطعہ صنفی عنوان ہی سے مزین نہیں بلکہ ہر اس جدا گانہ تخلیق کا مصرع اول مکمل طور پر فہرست میں مرقوم ہے۔ اس جدت سے فہرست عناوین تو طویل ہو گئی لیکن حوالے کا کام اور آسان ہو گیا۔ بانگ درا حصہ اول میں ۱۳ غزلیں، حصہ دوم میں ۷ غزلیں اور حصہ سوم میں بشمول ظریفانہ کلام ۳۰ قطعے اور ۸ غزلیں ہیں۔ بال جبریل میں نظموں کے عنوان تھے تاہم کتاب بے فہرست ہی رہی۔ اب اس کے دونوں حصوں کی ۷۷ غزلوں کو مشخص کیا گیا۔ ۴ قطعوں اور ۴۲ دوبیتیوں کے مصرع ہائے اولی درج کیے گئے۔ یوں صفحہ ۳۲۹ سے ۳۴۲ تک ۱۵ صفحے اس کتاب کی طویل فہرست پر محیط ہو گئے، البتہ ضرب کلیم کی پہلے سے فہرست موجود تھی۔ اس کتاب میں کل ۴ غزلیں ہیں۔ ۲۰ قطعے یا غزل نما قطعات "محراب گل افغان کے افکار" کے عنوان سے ہیں۔ فہرست میں ان غزلوں اور قطعوں کے پہلے مصرعوں کے ۲۴ نئے اندراج کیے گئے ہیں۔ ارمغان حجاز حصہ اردو کے داخل کتاب عنوانات کی فہرست بندی کی گئی ہے نیز ۱۳ رباعیات (دوبیتیوں) اور ۱۹ قطعات یا غزل پاروں کے پہلے مصرعوں کو فہرست عنوانات میں پہلی بار شامل کیا گیا ہے۔

پاکستان میں اب بوجوہ علامہ اقبال کے اردو کلیات ہی زیادہ پڑھے جاتے ہیں۔ علامہ مرحوم کے مسودات کے چند صفحات کے عکسوں کی طباعت اس ضمن میں بھی محرک اور مشوق ہے کہ نئے قارئین کلیات اقبال کو نئی قرن کے تناظر میں دیکھیں اور بغور مطالعہ کریں۔ قومی زبان ہونے کے حوالے سے تعلیم و تعلم کی ہر سطح پر اردو کی روزافزوں پذیرائی کے علاوہ حکومت و صحافت کے سارے دائروں میں اس کا تداول اور رواج ہونا چاہیے۔ آجکل ایران کی جانب سے اقبال کے فارسی کلام کی بڑھتی ہوئی قدر افزائی اقبال کے فارسی کلام کے بارے میں پاکستانیوں کے ذوق و شوق اور تجسس میں اضافہ کر رہی ہے۔

"بال جبریل" کا عنوان علامہ نے "نشان منزل" کے کلمات کو قلم زد کر کے لکھا۔ وہ اس مجموعے کو پہلے "نشان منزل" سے موسوم کرنا چاہتے تھے مگر مقام و منزل کا جمود اور ٹھہراؤ انھیں پسند نہ تھا۔ انھیں تو "منزل ماہ" تک قبول نہ تھی اور لیلیٰ کی سعیت بھی انھیں بے حرکت محمل میں بیٹھنے پر مجبور نہ کر سکی تھی۔ اسی لیے وہ سکون طلب فلسفیوں کو نشان منزل کا ہادی تسلیم نہ کر سکتے تھے۔

زجوی کہکشاں بگذر، ز نیل آسماں بگذر
ز منزل دل بمیرد گرچہ باشد منزل (۹) ماہی

تو رہ نورد شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول (۱۰)

نہ دیا نشان منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تو نہ رہ نشیں نہ راہی (۱۱)

حضرت جبرئیل ؑ 'روح الامین ہیں۔ اقبال نے ان کے بال و پر سے کتاب کو منسوب کیا' چنانچہ بال جبریل سے اقبال کی قوت دوستی اور حرکت پسندی واضح ہے۔ اس کتاب کی ایک غزل کا مطلع ہے۔

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل

دیکھیے علامہ مرحوم نے علم و عشق کو کس خوبی سے پاکیزگی، حرکت اور قوت کا مظہر بنایا ہے!
اسی طرح کتاب "ضرب کلیم" کے ذیلی عنوان "افکار تازہ" پر توجہ کریں۔ اس کتاب کو اقبال "صور اسرافیل" سے موسوم کرنا چاہتے تھے۔ اس کا توضیحی "عنوان اعلان جنگ دور حاضر کے خلاف" ہے۔ ناقدین اس کتاب پر اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے بحث کرتے رہے کہ اس میں تفکر زیادہ ہے یا شعریت' حالانکہ شاعر نے "افکار تازہ" کا عنوان لکھ کر بات خود واضح کر دی تھی۔

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کیے بحر بیکراں پیدا

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

"ضرب کلیم "اور " پس چہ باید کرد "دونوں مختصر کتابیں ہیں جو چند ماہ کے وقفے سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئیں اور فکر کے اعتبار سے تصانیف اقبال میں نہایت ممتاز ہیں۔ "ضرب کلیم" میں شاعر نے اپنے ہر شعر کو الہام اور بیداری کہا ہے' اور ایسی شاعری کے نغمہ جبریل اور صور اسرافیل ہونے میں کسے کلام ہے۔

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن
یہ نکتہ ہے تاریخ امم جس کی ہے تفصیل

وہ شعر کہ پیغام حیات ابدی ہے
یا نغمہ جبریل ہے یا بانگ سرافیل

اب ذرا کلیات فارسی پر بھی نظر ڈالیں جس کے مجموعی صفحات ۸۶۸ ہیں اور تعداد اشاعت وہی ساڑھے تین ہزار نسخے۔ اس کے خطاط یا خوش نویس ایران کے امیر فلسفی ہیں۔

علامہ اقبال کا فارسی کلیات گزشتہ ربع قرن کے دوران تین چار ایرانی ناشروں نے شائع کروایا اور عنوانات کی فہرست بندی بھی کی' تاہم موجودہ کلیات کی فہارس اور عناوین زیادہ ذوق پرور اور سہولت آمیز ہیں۔ اپنی دونوں مثنویاں "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی" علامہ مرحوم نے خود ہی یکجا کر دی تھیں' لہذا انہیں یکجا ہی رکھا گیا اور ان کی فہرست بھی مشترکا" اور جداگانہ لکھی گئی ہے۔ بالمقابل مسودے کی رو سے عکسی طباعت مظہر ہے کہ شاعر نے ان مثنویوں کی ترتیب میں پس و پیش کیا تھا اور مثنوی "اسرار خودی" کا پہلا نام "پیام سروش " تھا۔ یاد رہے کہ زرتشتی مذہب کا سروش ہمارے ہاں کے جبرئیل سے ملتا جلتا ہے۔

دیوان "پیام مشرق" کی فہرست پہلے سے متداول تھی۔ ۱۶۳ رباعیات (دو بیتیوں)اور ۴۵ غزلوں کے آغازیہ مصرعے پہلی بار شائع کر کے فہرست جامع بنائی گئی ہے۔ ابتدائی دیوان میں اقبال کے انگریزی نوٹس اور ہر حصے میں تحریر اقبال کے عکسی چاپ دیے گئے ہیں۔ کتاب کے اردو دیباچے کا فارسی ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے تاکہ وہ فارسی دانوں کے لیے قابل فہم ہو۔ کتاب کے آخری حصے

"خردہ" میں ۴۳ نکات ہیں۔ اس حصے کی بھی اگر فہرست بندی کر دی جاتی تو بہتر ہوتا۔

"زبورِ عجم" کی غزلیات کے دو حصے ہیں اور اس مجموعے کے دو ضمائم ہیں: مثنوی "گلشنِ راز جدید" اور "بندگی نامہ"۔ غزلیں پہلے حصے میں ۵۷ اور دوسرے میں ۷۶ ہیں۔ تمہیدی قطعہ' دعا اور سرنامے ان کے علاوہ ہیں۔ ان سب کی اب خاطر خواہ فہرست بندی کی گئی ہے۔ "بندگی نامے" میں پہلے والی مختصر فہرست ہی ہے۔ مثنوی "گلشنِ راز جدید" کے ۹ یا ۱۱ سوالات کی فہرست بنالی جاتی تو بہتر ہوتا۔ اس مثنوی میں ایک غزل بھی ہے جو فہرست میں درج ہونے سے رہ گئی ہے۔

"جاوید نامہ" کی فہرست پہلے سے خاصی جامع تھی' البتہ اس کی غزلوں کے مصرع ہائے اولیہ یہاں مشخص کر دیے جاتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ مثنوی "پس چہ باید کرد" کی فہرست کی تجدید بلا احتیاج تھی' البتہ مسودے کی عکسی طبع سے تزئین خوب خوب کی گئی ہے۔ مثنوی "مسافر" کا مسودہ دیگر کاغذات میں ایسے پھنسا ہوا ہے کہ اس کا عکس نہ کلیات سے نمایاں ہے نہ کسی اور ذریعے سے۔

"ارمغانِ حجاز" حصہ فارسی سب کی سب رباعیات یا دوبیتیوں پر مشتمل ہے۔ اس میں مسودے کی عکسی طبع کے عمدہ نمونے سلیقے سے شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ صفحہ ۷۵۵ تا ۷۶۸ (۱۴ صفحے) پر مشرح فہرست ہے۔ ان صفحات میں ہر رباعی یا دوبیتی کا مصرع اولی درج کر دیا گیا ہے جس سے یہ حصہ دوبیتیوں کا کشف الابیات بن گیا ہے۔ کل دوبیتیاں ۳۹۳ ہیں۔ عکسی طباعت میں قارئین بعض دلچسپ اصلاحات دیکھیں گے مثلاً "حضورِ رسالت" کا سرنامہ' عزت بخاری کا یہ نعتیہ شعر ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

پہلے مصرع کے "در زیرِ زمین" کے الفاظ کو سوءِ ادبی پر محمول کرتے ہوئے' حضرت علامہ نے "زیرِ آسمان" بنا دیا ہے۔ سید نذیر نیازی مرحوم نے اس واقعے کو نقل کیا ہے (دیکھیں' اقبال کے حضور)۔

اس حصے میں ایک دوبیتی ہے۔

گلستانی ز خاکِ من بر انگیز
نمِ چشمم بخونِ لالہ آمیز

اگر شایان نیم تیغ علی را
نگاہی دہ چو شمشیر علی تیز

"حضور ملت" آپ نے ایک اور دو بیتی لکھنا چاہی ہے

تو ای نادان بدانش در آویز
شراری زین کف خاکی برانگیز

بگیر از من کہ دیگر با تو بخشند
نگاہی مثل شمشیر علیؓ تیز

غالباً حصہ "حضور رسالت" کی اوپر منقولہ دو بیتی یاد کر کے حضرت علامہ نے اس دوسری دو بیتی کو قلم زد کر دیا تھا۔

کلیات اقبال اردو اور فارسی یقیناً کلام اقبال کے شایان شان شائع ہوئے۔ چند سال پہلے انجمن خوش نویسان ایران نے دیوان حافظ خاص اہتمام سے شائع کروایا تھا مگر اقبال کے کلیات مجموعی طور پر دو بالا حسن کے ساتھ اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ تاہم نگاہ نکتہ چیں کو ایک ایسا نقص دکھائی دیا جو دونوں کلیات کے ساتھ مخصوص ہے' اور ایک دوسرا نقص فارسی کلیات سے متعلق ہے۔ مشترک نقص اعلام و اشاریے کا فقدان ہے۔ اقبال کا کلام بیسویں صدی عیسوی کے آخری عشرے میں اس اہتمام سے شائع ہو' مگر بے اعلام و اشاریہ! کم از کم اشخاص' مطبوعات اور اماکن کا اشاریہ ہونا تو لازمی تھا۔

کلیات فارسی میں دیگر توضیحات تو کجا' علامہ اقبال کے لکھے ہوئے معانی' حواشی اور تلمیحات کی توضیحات بھی سرے سے غائب کر دی گئیں' گو راقم الحروف کو علم ہے کہ حضرت علامہ کے اردو میں لکھے ہوئے اشارات فارسی میں ترجمہ کیے گئے تھے۔ ایران سے باہر' خصوصاً برصغیر میں فارسی کی کساد بازاری کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ علامہ اقبال نے ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۸ء جو اشارات اور معانی لکھے 'ان کے باقی رکھنے بلکہ ان پر اضافوں کی ضرورت ہے۔ علامہ مرحوم نے صرف تلمیحات واضح نہیں کیں یا لغوی معانی ہی نہیں لکھے' انہوں نے بعض فکری اور فنی نکات بھی بتائے ہیں (۱۲) جن کی جس طرح اردو زبان کو احتیاج ہے' اسی طرح فارسی زبان والوں کو بھی لغوی معانی کے مفید ہونے میں کلام نہیں۔ اقبال نے بعض ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو ہر لغت میں بھی دست یاب نہیں جیسے تلغ بمعنی سیاہ اور شان'

بعنی کندو' شہد کی مکھیوں کا چھتہ (۱۳)۔انسوں نے مزید علیہ الفاظ وضع کیے مثلاً نرگس سے نرگسان' برہمن سے برھمندی جاوید نامہ میں نئے اسماء اور اماکن ملتے ہیں جیسے فرز مرز' قشمرود' مرغدین۔ ایسے کلمات کی وضاحت حواشی میں موجود ہوتی تو عام قارئین خواہ مخواہ لغات اور دائرۃ المعارف کی طرف رجوع کرنے کی زحمت محسوس نہ کرتے۔ کلیات فارسی' کی یہ اشاعت جدید فارسی رسم الخط کے ایران سے باہر تداول کی خاطر بڑی خوش آئند ہے۔ کلام اقبال کی یہ جزالت قابل توجہ ہے کہ ہ بڑی یاء یعنی یائے وحدت اور نون غنہ کے بغیر' چھوٹی یاء اور نون بااعلان کے ساتھ بھی ہر کہیں مترنم اور دلاویز رہتا ہے۔ توقع ہے کہ اس کلیات فارسی اقبال کے متداول ہونے سے ایران و پاکستان کا فارسی خط زیادہ یکسانیت کا آئینہ دار ہوگا اور یوں ادائے تلفظ میں بھی قربت آتی جائے گی۔

اقبال شناسی کا رجحان ایران میں روز افزوں ہے۔ اقبال کا فارسی کلیات اور اس کے منتخبات وہاں شائع ہوتے رہے۔ کتب اور مقالات کی اشاعت ایک دوسرا موضوع ہے۔ کلیات کی موجودہ اشاعت جو پاکستان و ایران کے سرکاری اداروں کے اشتراک سے عمل میں آئی ہے' یقیناً سود مند رہے گی۔ اقبال کے کئی اساسی تصورات جیسے خودی' بیخودی' اتحاد عالم اسلام' مغربی تمدن کا مالہ' اور ماعلیہ اور پیغام بیداری و مبارزہ بڑی حد تک ان کی فارسی شاعری میں موجود ہیں۔ لہٰذا متداول تر خط اور اسلوب میں اس کلیات کی اشاعت یقیناً سود مند تر ہوگی۔

عرب از سرشک خونم ہمہ لالہ زار بادا
عجم رمیدہ بو را نفسم برار بادا

تپش است زندگانی تپش است جاودانی
ہمہ ذرہ ہای خاکم دل بی قرار بادا

نہ بجادہ ئی قرارش نہ بمنزلی مقامش
دل من مسافر من کہ خداش یار بادا

حذر از خرد کہ بندد ہمہ نقش نامرادی
دل ما برد بہ سازی کہ گستہ تار بادا

نوجوان خام سوزی ، عنم تمام سوزی
غزلی کہ می سرایم بہ تو سازگار بادا

چو بجان من درآئی دگر آرزو نبینی
مگر اینکہ شبنم تو یم بی کنار بادا

نشود نصیب جانت کہ دمی قرار گیرد
تب و تاب زندگانی بہ تو آشکارا بادا (۱۴)

یوں، لوگ دیکھیں گے کہ اقبال بیسویں صدی عیسوی کی طرح آنے والی اکیسویں صدی میں بھی "دگر آموز" کی تلقین کرتے ہیں اور ان کی نصیحت ہر عصر میں حرز جاں بنانے کے قابل ہے ۔

موئینہ بہ بر کردی و بی ذوق تپیدی
آنگونہ تپیدی کہ بجائی نرسیدی
در انجمن شوق تپیدن دگر آموز

دم چیست پیام است ، شنیدی ، نشنیدی
در خاک تو یک جلوہ عام است ندیدی
دیدن دگر آموز ، شنیدن دگر آموز

ما چشم عقاب و دل شہباز نداریم
چوں مرغ سرا لذت پرواز نداریم
ای مرغ سرا خیز و پریدن دگر آموز

تخت جم و دارا سر راہی نفروشند
این کوہ گران است بکاہی نفروشند
با خون دل خویش خریدن دگر آموز

تائیدی و تقدیر ہماں است کہ بود است
آں حلقۂ زنجیر ہماں است کہ بود است
نومید مشو نالہ کشیدن دگر آموز (۱۵)

پس تحریر

اقبال کے اردو اور فارسی کلیات پر یہ تبصرہ لکھا جا چکا تھا کہ آج ۲۰ نومبر ۱۹۹۱ء کو اس کلیات کی ایک اور طباعت موصول ہوئی جس کے پہلے سولہ صفحے یکسر بدل دیے گئے ہیں۔ اس تبدیلی سے معلوم ہوا کہ اکادمی کے موجودہ ڈائریکٹر محترم پروفیسر محمد منور نے ۱۵ جون ۱۹۸۹ء کو دونوں "کلیات" پر ایک مقدمہ تحریر کیا جو اکادمی کے دور فترت میں شائع نہ ہوا۔ اب کے ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال کی ایک پیش گفتار بھی شائع ہوئی ہے۔ ناظم اقبال اکادمی نے دونوں کلیات پر الگ الگ مقدمے تحریر کیے ہیں۔ اردو کلیات کے مقدمے میں انہوں نے ترتیب اور املا کے سلسلے میں لکھا ہے:

> "اس نسخے میں سابق ترتیب اور املا میں کہیں کہیں کچھ تبدیلیاں نظر آئیں گی جو ہمارے زمانے کے سربرآوردہ اقبال شناسوں اور زبان دانوں کی باہمی مشاورت کا نتیجہ ہیں۔ اس معاملے میں بنیادی طور پر دو امور پیش نظر رہیں ——— اول یہ کہ املا کی اساس رواج کے بجائے استناد پر رکھی گئی ——— ہے اور دوم یہ کہ علامہ کے زمانے میں بعض ضروریات کی وجہ سے خالی جگہ کو دو بیتیوں سے بھر دیا جاتا تھا۔ ہم نے صفحے میں رہ جانے والے ایسے خلا کو پر کرنا ضروری نہیں سمجھا اور دو بیتیوں کو مناسب مقامات پر منتقل کر دیا ہے۔ یوں کہہ لیں کہ

اس باب میں ہم نے معیاری رواج کو ترجیح دی ہے ۔۔۔اس طرح مختلف حصوں کی اپنی اپنی معنوی اور صنفی وحدت مزید نمایاں ہو گئی' نیز اس کتاب کا آرائشی پہلو مزید اجاگر ہو گیا" ۔۔۔ (ص ۱۲)

اور جناب انور جاوید نے کلیات کی ۱۹۹۰ء کی اس نئی اشاعت کو ذیل کے تاریخی قطعے میں محفوظ کیا ہے۔

مجموعہ	شعر	حضرت	علامہ
اسرار	کلام	حق	کا	کے	معجم
تاریخ	طبع	نو	بھی	کے	انور
"واللہ	ذالک	الفوز	العظیم"

۱۹۹۰ء

اردو کلیات کے صفحہ ۲ پر یہ نوید ملتی ہے کہ کلیات اقبال کا اشاریہ اور حواشی ایک مستقل جلد کی صورت میں شائع ہوں گے۔ یقیناً" اشاریے اور حواشی کی یہ کتاب اردو اور فارسی' دونوں کلیات پر محیط ہو گی۔ فارسی مقدمہ ایران اور برصغیر کی فارسی روایات کے سلسلے میں بہت مناسب اور برمحل ہے۔ صفحہ ۱۱ کے آخر میں اور صفحہ ۱۲ پر ایران اور علامہ اقبال کے روابط کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہوا ملتا ہے' اس کی تصدیق ایک معاصر اقبال شناس کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے' یہ محمد بقائی ماکان ہیں جنھوں نے علامہ اقبال پر متعدد کتابیں لکھی ہیں' اور مشا روحی' نطشے اور اقبال پر اپنی کتاب کے مقدمے میں وہ برملا لکھتے ہیں کہ اقبال کا تعلق جس قدر ایران سے ہے' اتنا کسی دوسرے ملک سے ہرگز نہیں' اور اسی لیے اقبال کو ایران کا ہم زبان' اس ملک کی ثقافت کا ترجمان اور یہاں کی عزت و آبرو کا نشان کہا جا سکتا ہے۔

اقبال کے اردو اور فارسی کلیات کی یہ تبدیلی جو ابتدائی سولہ صفحوں میں نظر آتی ہے' مجموعی طور پر بڑی خوش آئند ہے۔ کلیات اقبال فارسی کی خوش نویسی کے سلسلے میں صفحہ ۴ پر اقبال اکادمی کی طرف سے ایران کی وزارت فرہنگ اور ارشاد اسلامی کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا گیا ہے جو پہلی اشاعت کے آخر میں ایک دو بیرونی سطروں سے زیادہ نہ تھا۔ انور جاوید صاحب نے فارسی کلیات کی اشاعت پر اردو قطعہ تاریخ کو فارسی میں منتقل کیا ہے۔

مجموعہ شعر حضرت علامہ
اسرار کلام حق را گوئی معجم
تاریخ طبع نو بگو اے انور
"واللہ ذالک الفوز العظیم"

۱۹۹۰ء

البتہ کلیات کی پہلی اساعت میں جو سولہ صفحے لکھے گئے تھے' ان کے بعض اقوال و اشعار کی بڑی اہمیت ہے۔ ان میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح' مولانا عبدالماجد دریابادی' ڈاکٹر عبدالقادر' مولانا سعید اکبر آبادی کے اقوال اور مولانا غلام قادر گرامی' ملک الشعرا محمد تقی بہار کے اشعار خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ امید ہے ان سے کلیات کے حواشی وغیرہ میں استفادہ کر دیا جائے گا۔

حواشی

۱۔ قرآن مجید ۳: ۱۴۰
۲۔ ایضاً ۲۲: ۴۷
۳۔ ایضاً ۷: ۵۴ اور کئی دیگر آیات
۴۔ ایضاً ۱۸: ۱۹
۴۔الف کلیات اقبال فارسی لاہور' طبع اقبال اکادمی پاکستان و میشنل بک فاونڈیشن (زبور عجم رگلشن راز جدید) ۱۹۹۰ء' ص ۴۳۸
۵۔ کلیات اقبال اردو' ایضاً ص ۵۳۸
۶۔ ایضاً ص ۲۹۶
۷۔ کلیات اقبال فارسی ص ۲۶
۸۔ مرتبہ پروفیسر محمد سعید شیخ
۹۔ کلیات اقبال فارسی ص ۴۰۵
۱۰۔ کلیات اقبال اردو رضرب کلیم ص ۵۸۶
۱۱۔ ایضاً ربال جبریل ص ۳۷۷
۱۲۔ دیکھیں مثلاً پیام مشرق کے حواشی اور تعلیقات
۱۳۔ تعجب ہے کہ ان دو لفظوں کے لغات میں نہ ملنے کا ایک ایرانی دانشور نے شکوہ کیا ہے۔
۱۴۔ کلیات اقبال فارسی رپیام مشرق ص ۳۱۴
۱۵۔ ایضاً رزبور عجم ص ۳۹۳، ۳۹۴

نام کتاب	حیات اقبال کے چند مخفی گوشے
مصنف	محمد حمزہ فاروقی
ناشر	ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور
قیمت	۱۵۰روپے خوبصورت جلد عمدہ کاغذ ٹائپ
مبصر	ڈاکٹر وحید عشرت

اقبالیات کے ضمن میں محمد حمزہ فاروقی ایک معروف مصنف ہیں۔ ”سفر نامہ اقبال“ کے بعد ”حیات اقبال کے چند مخفی گوشے“ ان کی گرانقدر تصنیف ہے۔ اس کتاب کا ماخذ لاہور کا معروف روز نامہ ”انقلاب“ ہے جس کے مدیران مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک تھے۔ دونوں حضرات کا اقبال سے ابتدا میں گہرا تعلق تھا اور اقبال کے بیانات' اقبال کی شاعری اور اقبال کے خیالات بلکہ مسلم عوام سے رابطے میں اس اخبار نے اقبال سے بھرپور تعاون کیا۔ خود اقبال کے شیدائی بھی روز نامہ ”انقلاب“ لاہور کو پڑھا کرتے کہ اقبال نے قومی مسائل پر کیا رائے ظاہر کی ہے۔ اقبال کا اس اخبار سے رابطہ اس وقت کم ہوا جب غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک نے ”انقلاب“ کو یونینسٹ پارٹی کی جھولی میں ڈال دیا۔ اب ”انقلاب“ کے نقطہ نظر سے اقبال کو تو اختلاف تھا جبکہ اس کے مدیران مہر اور سالک اس اختلاف کے باوجود' اقبال سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور اقبال کی مجالس میں شریک رہتے۔

روز نامہ ”انقلاب“ اپریل ۱۹۲۷ء کو لاہور سے جاری ہوا۔ قیام پاکستان کے دو سال بعد یعنی ۱۹۴۹ء میں اخبار بند ہو گیا۔ تاہم اس دوران ”انقلاب“ میں حضرت علامہ اقبال کے بارے میں خبروں' بیانات' ان کے کلام اور مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔ محمد حمزہ فاروقی نے اپریل ۱۹۲۷ء یعنی اجرا کے اول روز سے اپریل ۱۹۳۸ء تک' یعنی علامہ اقبال کی وفات تک چھپنے والے اخبارات کی فائلوں کا مطالعہ کیا اور اقبال سے متعلقہ مواد کو یکجا کیا۔ یہ ایک بڑا محنت طلب کام تھا جو محمد حمزہ فاروقی نے بڑی مہارت اور لگن سے سرانجام دیا۔

محمد حمزہ فاروقی نے اس سارے مواد کو سولہ ابواب پر پھیلایا ہے' اور مختلف عنوانات کے تحت اسے جمع کیا ہے۔ پہلا باب فکر و فن اقبال کا ہے' اس میں مقالات و مضامین' غیر مدون کلام اقبال اور منظومات جمع کی گئی ہیں۔ دوسرے باب میں نقد و تبصرہ کے عنوان کے تحت تصانیف اقبال کا تعارف' کلام اقبال سے متعلق مہر کے اداریے اور معترضین کی کلام اقبال پر تنقید دی گئی ہے۔ تیسرے باب میں

علمی اور تہذیبی مجالس سے اقبال کی وابستگی کا بیان ہے' ادارہ معارف اسلامیہ' اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور انجمن اسلامیہ پنجاب کا ذکر ہے۔ چوتھے باب میں اسفار اقبال ہیں۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۱ء' ۱۹۳۲ء میں یورپ اور ۱۹۳۳ء میں افغانستان کا سفر کیا تھا' اس طرح اندرون ملک بھی سفر کیے' ان سب کی خبریں "انقلاب" میں شائع ہوتی رہیں ۔ پانچویں باب میں گرامی' مولوی میر حسن' صاحبزادہ آفتاب احمد خان' پروفیسر آرنلڈ' شیخ نور محمد' والدہ جاوید اقبال' حکیم غلام قادر اثر اور غازی رؤف پاشا کا ذکر ہے۔ اسی طرح چھٹے باب میں مولانا حسین احمد سے روابط اور چشمک کا ذکر ہوا ہے ۔ ساتواں باب علمی اور سماجی سرگرمیوں' آٹھواں کلام اقبال کی اشاعت' نواں فکر اقبال سے خوشہ چینی' دسواں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں علامہ کی کوششوں' گیارہواں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر' جن میں بیماری وغیرہ کا ذکر ہے مشتمل ہے' اور بارہواں "انقلاب" کے وہ کالم ہیں جو "افکار و حوادث" کے نام سے لکھے گئے۔ تیرھواں باب طالب علم تنظیموں کی اقبال کی طرف سے سرپرستی پر مشتمل ہے' چودھواں اقبال کی قوم کی طرف سے قدر دانی اور پندرھواں اور سولھواں باب وفات اقبال پر مہر کے اداریے اور مختلف لوگوں کی طرف سے تعزیت کے پیغامات پر مشتمل ہے۔

ہم نے ان تمام ابواب کا تفصیل سے اس لیے ذکر کیا ہے کہ قاری کو اندازہ ہو سکے کہ محمد حمزہ فاروقی نے حیات اقبال کے چند مخفی گوشوں کو نہیں بلکہ تقریباً تمام ہی گوشوں کو بے نقاب کر دیا ہے' اور اس کتاب میں "انقلاب" کے حوالے سے بڑی ہی گرانقدر معلومات فراہم ہوئی ہیں۔ یہ کتاب در اصل حوالے کی کتاب یعنی ریفرنس کی کتاب ہے جو اقبال کی زندگی اور حالات ہی نہیں بلکہ اس زمانے کی سیاسی' سماجی اور ثقافتی صورت حال کی تفہیم میں بھی مددگار ہوگی ۔ محمد حمزہ فاروقی نے' میری نظر میں' اقبالیات کا ایک بنیادی آلہ فراہم کیا ہے ۔ یقیناً ان میں سے بہت سی چیزیں پہلے بھی ہمارے علم میں ہیں مگر ایک جگہ' ایک خاص حوالے سے' اتنی بہت سی چیز موجود نہ تھیں ۔ اقبالیات کے اساتذہ' طلبہ اور ماہرین یقیناً اس کتاب سے استفادہ کریں گے اور محمد حمزہ فاروقی کی اس کاوش کو پسند کریں گے۔

بزمِ اقبال کی نئی مطبوعات

(۱) فکرِ اقبال (طبع ہفتم) نستعلیق کمپوزنگ	ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	۱۵۰ روپے
(۲) شعرِ اقبال (طبع سوم) نستعلیق کمپوزنگ	سید عابد علی عابد	۱۵۰ روپے
(۳) تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (طبع چہارم)	مترجمہ: سید نذیر نیازی	۷۰ روپے
(۴) علامہ اقبال اور میر حجاز	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	۲۵ روپے
(۵) اقبال شناسی اور چراغاں	ڈاکٹر سید اختر جعفری	۸۰ روپے
(۶) اقبال شناسی اور ہمایوں	مرتبہ: سعید بدر	۱۰۰ روپے
(۷) اقبال شناسی اور نیرنگ خیال	ڈاکٹر طاہر تونسوی	۹۰ روپے
(۸) جہات اقبال	ڈاکٹر تحسین فراقی	۱۰۰ روپے
(۹) سید عابد علی عابد (شخصیت اور فن)	ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ	۱۵۰ روپے
(۱۰) اقبالیات نقوش	مرتبہ: تسلیم احمد تصور	۱۰۰ روپے
(۱۱) ذکرِ اقبال (طبع سوم)	عبدالمجید سالک	۸۰ روپے
(۱۲) Iqbal Studies in Pakistani Newspapers	مرتبہ: تسلیم احمد تصور	۸۰ روپے
(۱۳) Eastern Ethical Perspective	ڈاکٹر عشرت حسن انور	۳۰ روپے
(۱۴) Muhammad The Educator of Mankind	چوہدری عبدالغفور	۱۰۰ روپے
(۱۵) Sir Sayyid Ahmad Khan	ڈاکٹر عبدالخالق	۱۵۰ روپے
on Nature Man & God	ڈاکٹر عبدالخالق	۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: بزمِ اقبال، کلب روڈ، لاہور